اسلام میں عدالتوں کا اختیار سماعت

سیّد نظیر الحسن گیلانی ☆

اسلامی نظامِ عدل ایسے عدالتی نظام کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو سہل، مفید، عادلانہ اور مقدمات کے جلد و بلاتاخیر تصفیہ کا ضامن ہو۔ اسی لیے اسلام نے عدالتی نظام کی ترتیب وتشکیل کے لیے کوئی ایسا تنظیمی ڈھانچہ تو متعین نہیں کیا جو زمان و مکان کی ضرورتوں کے مطابق تبدیل نہ ہو سکے، تاہم چند ایسے اصول وضع کر دیئے جن سے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق عدالتی نظام کی تشکیل و ترتیب کے لیے راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ اصول ریاست کا عدالتی نظام اس طرح سے ترتیب دینے کی طرف راہنمائی کرتے ہیں کہ یہ نظام پیچیدہ، مہنگا، نالشوں میں اضافے کا ذریعہ اور مقدمہ بازی کی حوصلہ افزائی کا باعث نہ ہو۔ مختلف عدالتوں کا محل وقوع، اوقات کار اور اختیار سماعت وغیرہ ان سے رجوع کرنے والوں کی ضرورتوں کے مطابق متعین و مقرر ہوں۔ عدالتی کارروائیاں کھلی اور عام ہوں، عدالتیں مختلف علاقوں کی آبادی کے تناسب سے قائم کی جائیں۔ عدالتی حکام کی تعداد اتنی ضرور ہو کہ انصاف کی بلاتاخیر فراہمی یقینی بن سکے اور ایسے مقدمات جن کے تصفیہ کے لیے خصوصی علم، تجربے اور مہارت کی ضرورت ہوتی ہے کا تصفیہ متعلقہ فن، پیشے یا کاروبار وغیرہ سے متعلق ماہرین ہی کریں تاکہ کسی قسم کی ناانصافی کا امکان باقی نہ رہے۔

چونکہ اسلامی ریاست کے ابتدائی سالوں میں معاشرتی تبدیلیوں اور سماجی پیچیدگیوں کے فقدان کے باعث عدالتی حکام کو ہر طرح کے مقدمات کا تصفیہ کرنے کے لامحدود اختیارات حاصل تھے، اس لیے اس دور کے فقہاء نے اسلام میں عدالتوں کے اختیارِ سماعت کے تحدید وتعین کے موضوع پر زیادہ نہیں لکھا تاہم بعد کے ادوار میں ریاست کی جغرافیائی حدود میں غیرمعمولی اضافے، آئے روز نئی بستیوں کے آباد ہونے اور ریاست کے مختلف شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کے درمیان فاصلے بڑھ جانے کی وجہ سے جب شہریوں کے لیے بروقت، سستے اور قابل رسائی انصاف کے حصول کے لیے مقدمات کی نوعیت، مالیت، مقدار، فریقین مقدمہ کی طبقہ واری، مذہبی و قومیتی بنیادوں پر تقسیم اور ریاست کے

☆ سیکرٹری، اسلامی نظریاتی کونسل، آزاد جموں وکشمیر

انتظامی علاقوں کی مختلف اکائیوں میں تقسیم کی اساس پر مختلف عدالتوں کا قیام ناگزیر ہو گیا تو فقہاء اسلام نے اس ضمن میں اسلامی قانون کا موقف بھی واضح کیا۔ فقہ اور آداب قضاء پر لکھی جانے والی مختلف کتب میں ''اختصاص قضائی'' کے عنوان سے زیر بحث لائے جانے والے اس موضوع کی تفصیل پیش خدمت ہے:-

اختصاص کی ''لغوی'' تعریف

فقہاء اختصاص کے لیے تخصص کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں جو لفظ تعمیم کی ضد ہے اور ہر دو الفاظ کے معنی کسی چیز کے خاص کر دینے کے ہیں۔[۱] قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ''یختص برحمته من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم''[۲] بھی اسی معنی پر دلالت کرتا ہے۔

اختصاص کی اصطلاحی تعریف

فقہاء اسلام نے لفظ ''اختصاص'' کا اصطلاحی اطلاق ان ہی معنوں پر کیا ہے جو لغت میں اس لفظ کے لیے متعین ہیں۔ اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کا بعض امور میں جملہ انبیاء کرام کی نسبت اختصاص[۳] عزت و بزرگی کے لحاظ سے بعض اوقات کا دیگر کسی نسبت اختصاص[۴] اور اجر و ثواب کے لحاظ سے بعض مقامات کا دیگر کی نسبت اختصاص[۵] اس لفظ کے اصطلاحی مفہوم کو آشکارا کرتے ہیں۔[۶] اس طرح فقہاء کی عبارات سے اس لفظ کا اصطلاحی مفہوم یوں مترشح ہوتا ہے:-

''محل وقوع، وقت اور مقدمات کی نوعیت کے اعتبار سے قاضی کے اختیارات کی حدود کا مناسب تعین اختصاص قضائی ہے''[۷]

شرعی جواز

عدالتوں کے اختیار سماعت تعین کرنے کا جواز حضور اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔ اس ضمن میں بعض احادیث بذیل ہیں:-

۱۔ حضرت عقبہؓ بن عامر الجہنی[۸] روایت کرتے ہیں کہ میری موجودگی کے دوران دو اشخاص نے اپنا ایک مقدمہ حضور اکرم ﷺ کے پاس پیش کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''عقبہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو''، میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں ان کے درمیان فیصلہ کروں حالانکہ آپ ﷺ خود بھی موجود ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو، اگر تمہارا فیصلہ درست ہوا تو

تمہیں اس پر دس نیکیاں ملیں گی اور اگر غلط ہوا تو بھی ایک نیکی ضرور ملے گی"(۹)

۲۔ حضرت عمروؓ بن العاص(۱۰) روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے پاس پیش ہونے والے مقدمہ میں فریقین کی سماعت اور ان کے درمیان جنم لینے والے تنازعہ کے تصفیہ کا مجھے حکم دیا تو میں نے عرض کی کہ مجھے اس کا کیا صلہ ملے گا؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر آپ نے ان کے درمیان درست فیصلہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو دوگنا اجر ملے گا اور اگر آپ اپنی پوری کوشش کے باوجود درست فیصلہ نہ کر پائے تو بھی آپ اس کوشش پر اپنے اجر سے محروم نہیں رہیں گے"(۱۱)۔

ان ہر دو احادیث میں حضور اکرم ﷺ کا فریقین کے درمیان تصفیہ کے لیے حضرت عقبہؓ بن عامر اور حضرت عمروؓ بن العاص کا مامور فرمانا عدالت کا اختیار سماعت صرف معین اشخاص کے مقدمات تک محدود رکھنے کو ثابت کرتا ہے۔

۳۔ حضور اکرم ﷺ نے رہائشی حدود کے تعین میں ایک قبیلے کے درمیان پڑنے والے اختلاف کو نبٹانے کی ذمہ داری اپنے ایک صحابی حضرت حذیفہؓ بن الیمان کو تفویض فرمائی۔ اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے بعد جب حضرت حذیفہؓ نے آپ ﷺ کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کیا تو آپ نے اسے درست قرار دیتے ہوئے آپ کے لیے دعا فرمائی"(۱۲)۔

اس حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ کا رہائشی حدود کے تعین کے ضمن میں متعلقہ قبیلے کے درمیان پڑنے والے اختلاف کو دور کرنے کے لیے حضرت خذیفہؓ بن الیمان کا مامور فرمانا عدالت کا اختیار سماعت صرف خاص نوعیت کے مقدمات تک محدود رکھنے کو ثابت کرتا ہے۔

۴۔ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ موتہ میں اسلامی لشکر کی قیادت کی ذمہ داری حضرت زید بن حارثہؓ(۱۳) کو سپرد کرتے ہوئے یہ حکم دیا کہ اگر زیدؓ شہید ہوجائیں تو جعفرؓ(۱۴) لشکر کی قیادت سنبھال لیں اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ(۱۵) یہ ذمہ داری نبھائیں۔(۱۶)

اس حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ نے غزوہ موتہ کے لیے بھیجے جانے والے اسلامی لشکر کے لیے حضرت جعفرؓ کی قیادت کو حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی قیادت کو حضرت جعفرؓ کی شہادت سے مشروط فرمایا جس سے حاکم مجاز کے لیے کسی بھی منصب کو کسی خاص شرط سے مشروط کرنے کے جواز کے علاوہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حاکم مجاز کے وکیل کی حیثیت سے عدالتیں ان حدود و قیود کی پابند ہیں جو حاکم مجاز ان کے لیے مقرر کرتا ہے۔ لہذا حاکم مجاز مقدمات

کی نوعیت، مالیت، مقدار، فریقین مقدمہ کی طبقہ واری، مذہبی و قومیتی بنیادوں پر تقسیم اور ریاست کے انتظامی علاقوں کی مختلف اکائیوں میں تقسیم کی اساس پر مختلف عدالتوں کے اختیار سماعت مقرر کرنے کا مجاز ہے۔

۵۔ اسلامی ریاست کے اولین سربراہ کی حیثیت سے حضور اکرم ﷺ نے خلیفہ چہارم حضرت علیؓ بن ابی طالب(۱۷) حضرت معاذؓ بن جبل(۱۸) اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ(۱۹) کو یمن کے مختلف علاقوں اور حضرت عتابؓ بن اسید(۲۰) کو مکہ مکرمہ میں عدالتی ذمہ داریاں تفویض فرمانے کے علاوہ مختلف اوقات میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ(۲۱)، حضرت زیدؓ بن ثابت(۲۲) اور حضرت معقلؓ بن یسار(۲۳) کو بھی یہ ذمہ داری تفویض کی۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلامی ریاست کی حدود میں غیرمعمولی وسعت کے نتیجہ میں ریاست کی مختلف اقالیم و ولایات میں عدالتیں قائم کیں اور بعض خاص نوعیت کے مقدمات کو نبٹانے کے لیے خاص عدالتوں کا قیام بھی عمل میں لایا۔ آپؐ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ فعل عدالت کا اختیار سماعت کسی خاص علاقے یا بعض مخصوص مقدمات تک محدود رکھنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں بعد کے ادوار میں اسلام کے عدالتی نظام میں ہونے والے اس طرح کے توسیع وتطور کی کسی بھی اہل علم نے مخالفت نہیں کی، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید وتعین ایک اجتہادی معاملہ ہے اور حکومت شرعی اصول و ضوابط کا پاس رکھتے ہوئے معاشرے کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کے تحت عدالتی نظام کو ایسی کوئی بھی شکل دے سکتی ہے جو مفاد عامہ کے لیے ناگزیر ہو۔

فقہاء اسلام نے عدالتوں کے اختیار سماعت کو زمان و مکان کی ضرورتوں اور وقت و حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اختیار سماعت کی بذیل صورتوں کو زیر بحث لایا ہے:-

۱۔ اختیار سماعت بلحاظ نوعیت مقدمات،

۲۔ اختیار سماعت بلحاظ موضوع مقدمات،

۳۔ اختیار سماعت بلحاظ مالیت مقدمات،

۴۔ اختیار سماعت بلحاظ فریقین مقدمات،

۵۔ اختیار سماعت بلحاظ حدود ارضی،

۶۔ اختیار سماعت بلحاظ محل وقوع عدالت،

۷۔ اختیار سماعت بلحاظ اوقات زمنی،

۸۔ اختیار سماعت بلحاظ تقلید مسلکی۔

ا۔ اختیار سماعت بلحاظ نوعیت مقدمات

فقہاء اسلام نے مقدمات کی نوعیت کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو ''اختصاص نوعی'' کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ مقدمات کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرے، جیسے دیوانی، فوجداری، عائلی، تجارتی، پیشہ ورانہ اور انتظامی تنازعات وغیرہ کے تصفیہ کے لیے الگ الگ عدالتیں قائم کی جائیں اور ہر عدالت صرف انہی مقدمات کی سماعت کی مجاز ہو جو اس کے لیے محدود و معین ہوں۔(۲۴) حضور اکرم ﷺ اور آپؐ کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادوار میں اسلامی ریاست کے مختلف امور کی انجام دہی کے لیے مقرر کیے جانے والی بیشتر عمال حکومت کے اپنے منصب سے متعلق فرائض محدود و معین ہوتے تھے اور ہر عامل اپنے اختیارات کے استعمال میں ان حدود کا پابند ہوتا تھا،(۲۵) اسی لیے مقدمات کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف عدالتوں کے اختیار سماعت کے تعین پر کسی بھی اہل علم نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔ علامہ ابوالحسن الماوردی(۲۶) فرماتے ہیں: ''مقدمات کی نوعیت کے لحاظ سے عدالت کے اختیار سماعت کے تعین مثلاً لین دین اور شادی بیاہ سے متعلق معاملات کے لیے الگ، اقرار کی بناء پر فیصلہ اور شہادات کی بناء پر فیصلہ جات کے لیے الگ اور مقدمہ کی مالیت کے لحاظ سے الگ قاضی مقرر کرنا بالکل جائز ہے اور ایسی صورت میں قاضی مقرر شدہ حد سے تجاوز نہیں کر سکے گا''۔(۲۷) علامہ ابن قیم الجوزیہ(۲۸) رقمطراز ہیں: ''دائرہ کار کے لحاظ سے کسی بھی منصب کا عموم وخصوص اس منصب پر تقرر کے وقت استعمال ہونے والے الفاظ، موقع محل کی مناسبت اور مقامی عرف پر مبنی ہوتا ہے اور شریعت میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ چنانچہ بعض مقامات اور اوقات کی مناسبت سے قاضی کے اختیارات میں وہ امور بھی شامل ہوتے ہیں جو عام حالات میں لشکر کے قائد کے لیے مختص ہیں۔ اصل میں تمام مناصب دینی مناصب ہیں اور جو کوئی اپنے اختیارات کے استعمال میں حسب الامکان اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت اور اپنے علم و عدل کے ذریعہ انصاف برتے گا وہ نیکو کاروں میں سے ہو گا اور جو کوئی اپنے اختیارات کے استعمال میں ظلم و جہل سے کام لے گا وہ بدکاروں اور ظالموں میں سے ہوگا''(۲۹)۔

''الشرح الکبیر علی مختصر خلیل'' میں مالکیہ کا موقف اس طرح بیان ہوا ہے: ''حاکم مجاز کے لیے مختلف ایسے قاضی مقرر کرنا درست ہے جن میں سے ہر ایک مخصوص قسم کے مقدمات کا فیصلہ کرنے میں اس طرح سے بااختیار ہو کہ اس کا فیصلہ کسی دوسرے قاضی کی تائید و توثیق سے مشروط

نہ ہو"(۳۰)۔

۲۔ اختیار سماعت بلحاظ موضوع مقدمات

فقہاء اسلام نے مقدمات کے موضوع کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید وتعین کو "اختصاص موضوعی" کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے جائز قرار دیا ہے کہ وہ موضوع کے اعتبار سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرے۔ جیسے دیوانی، فوجداری، عائلی، تجارتی اور عسکری امور کے لیے الگ الگ عدالتیں قائم کرے۔ ایسی صورت میں عدالت کا دائرہ کار صرف ان مقدمات کی سماعت تک محدود ہوگا جو متعلقہ موضوع سے متعلق ہوں،(۳۱) اسلام کی عدالتی تاریخ میں نکاح اور اس سے متعلق معاملات جیسے مہر اور نان و نفقہ وغیرہ کے تصفیہ کے لیے "قضاء المناکحات" دہشت گردی اور تخریب کاری سے متعلقہ مقدمات کے تصفیے کے لیے "قضاء الاحداث" فوجداری مقدمات کے لیے "قضا الجراح" خانہ بدوش قبائل کے درمیان جنم دینے والے تنازعات کے تصفیہ کے لیے "قضاء المیاہ" اور اس طرح بعض دیگر ایسی عدالتوں کا وجود ملتا ہے جن میں سے ہر ایک کا اختیار سماعت صرف کسی خاص موضوع سے متعلق مقدمات تک محدود تھا۔(۳۲) محمد بن عبداللہ الخرشیؒ(۳۳) فرماتے ہیں، "حاکم مجاز کے لیے درست ہے کہ وہ موضوع مقدمہ کے اعتبار سے مختلف قاضی مقرر کرے، جیسے نکاح اور اس سے متعلق امور کا قاضی، فوج سے متعلق امور کا قاضی، پانی سے متعلق کا قاضی وغیرہ"۔(۳۴) علامہ ابن قدامہؒ(۳۵) رقمطراز ہیں: "حاکم مجاز کے لیے کسی ایک شہر میں دو، تین یا اس سے زیادہ قاضی مقرر کر کے ان میں سے ہر ایک کا اختیار سماعت مقدمات کے موضوع کے اعتبار سے مقرر کرنا، جیسے امور نکاح سے متعلق مقدمات کا تصفیہ کسی ایک کے سپرد کرنا، مالی معاملات میں پڑنے والے تنازعات کی سماعت کا اختیار کسی دوسرے کو دینا، غیر منقولہ جائیداد سے متعلق مقدمات کے تصفیہ کی ذمہ داری کسی تیسرے کو تفویض کرنا درست ہے"۔(۳۶)

۳۔ اختیار سماعت بلحاظ مالیت مقدمات

فقہاء اسلام نے مقدمات کی مالیت کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید وتعین کو "اختصاص قیمی" کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ جائز قرار دیا کہ وہ مقدمات کی مالیت کے اعتبار سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید وتعین کرے۔ چنانچہ اگر مفاد عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے زمان و مکان کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق مالیت کے لحاظ سے کسی عدالت کا دائرہ سماعت

متعین ہو تو وہ صرف ان معاملات کے تصفیہ کی مجاز ہوگی جو مقررہ مالیت کے اندر ہوں گے۔ علامہ ابوالحسن الماوردیؒ معروف شافعی فقیہ ابوعبداللہ الزبیریؒ (۳۷) کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''بصرہ میں ہمارے امراء ایک عرصہ سے شہر کی بڑی مسجد میں ایک قاضی مقرر کرتے چلے آ رہے ہیں جسے ''قاضی المسجد'' کے نام سے جانا جاتا ہے اور جس کا اختیار سماعت صرف دو سو درہم، بیس دینار یا اس رقم سے کم مالیت کے حامل مقدمات تک محدود ہے''(۳۸)، علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ''حاکم مجاز کے لیے مقدمات کی مالیت کے اعتبار سے قاضی کے اختیار سماعت کا تعین درست ہے، جیسے اسے یہ ہدایت کی جائے کہ وہ ایک سو یا اس سے کم مالیت کے مقدمات ہی سن سکتا ہے، ایسی صورت میں مقررہ مالیت سے زیادہ کے معاملات اس کے دائرہ کار سے باہر ہوں گے اور ان میں اس کا فیصلہ قابل نفاذ نہیں ہوگا''۔(۳۹)

۴۔ اختیار سماعت بلحاظ فریقین مقدمات

فقہاء اسلام نے مقدمات کے فریقین کے لحاظ سے عدلتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو ''اختصاص بالنظر لاشخاص الخصوصه'' کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ فریقین مقدمات کے اعتبار سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرے، جیسے سرکاری ملازمین، صنعتی کارکنوں اور فوجی اہلکاروں وغیرہ کے لیے الگ الگ عدالتیں قائم کرے۔ ایسی صورت میں عدالت کا دائرہ کار صرف ان مقدمات کی سماعت تک ہی محدود ہوگا جو متعلقہ فریقین سے متعلق ہوں۔(۴۰) جنگِ احد میں یہود بنو قریظہ کی بدعہدی کے مقدمہ کی سماعت کے لیے حضور اکرم ﷺ کا اپنے ایک صحابی کو فیصلہ کی ذمہ داری سونپنا(۴۱) اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حاکم مجاز فریقین مقدمہ کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تعین کر سکتا ہے۔ اسلام کی عدالتی تاریخ میں فوج کے اہلکاروں کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کے تصفیہ کے لیے ''قضاء العسکر'' اور موسم حج کے دوران حجاج بیت اللہ کے درمیان جنم لینے والے تنازعات کو طے کرنے ''قضاء الرکب'' اور اس طرح بعض دیگر عدالتوں کا وجود ملتا ہے جن میں سے ہر ایک کا دائرہ کار معاشرے کے صرف کسی خاص طبقے کے مقدمات کی سماعت تک محدود تھا۔(۴۲)

۵۔ اختیارات سماعت بلحاظ حدود ارضی

فقہاء اسلام نے علاقائی حدود کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو ''اختصاص مکانی'' کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ علاقائی حدود کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرے۔ جیسے عدالت کا اختیار سماعت کسی خاص علاقے یا کسی علاقے کے کسی خاص حصے کے لیے مقرر کر دے، ایسی صورت میں عدالت کا دائرہ کار صرف ان مقدمات کی سماعت تک محدود ہوگا جن کا تعلق اس علاقے کی جغرافیائی حدود سے ہوگا۔ دیگر شہر، قصبے اور گاؤں وغیرہ اس کے دائرہ کار سے باہر رہیں گے اور جغرافیائی حدود کے لحاظ سے اس کے دائرہ کار کے تحدید و تعین کے بعد ان حدود سے باہر رہنے والوں کے لیے اس کا فیصلہ قابل نفاذ نہیں ہوگا۔(۴۳) حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت عتاب؄ بن اسیدؓ کو خاص اہل مکہ کے لیے یہ ذمہ داری تفویض کی(۴۴) حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح(۴۵) کو خاص اہل نجران کے لیے مامور فرمایا۔(۴۶) یمن کو دو انتظامی اکائیوں میں تقسیم فرماتے ہوئے ایک حصہ کے لیے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ(۴۷) اور دوسرے کے لیے حضرت معاذؓ بن جبل کو یہ ذمہ داری تفویض فرمائی۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدینؓ نے اسلامی ریاست کے شہریوں کے لیے آسان، سہل، سستے اور قابل رسائی انصاف کے حصول کو یقینی بنانے کی خاطر مختلف شہروں، قصبوں، گاؤں اور محلوں وغیرہ کے لیے ضرورت کے مطابق عدالتیں قائم کیں۔(۴۸) اسی لیے علاقائی حدود کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کی تحدید و تعین پر کسی بھی اہل علم نے کبھی اعتراض نہیں کیا۔(۴۹) علامہ ابوالحسن الماورديؒ فرماتے ہیں: ''حاکم مجاز کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ یہ ذمہ داری تفویض کرتے وقت پروانہ قضاء میں اس علاقے کی تصریح کر دے جس کے لیے قاضی کی تقرری عمل میں لائی جا رہی ہے۔ اس لیے کہ علاقائی حدود کے لحاظ سے قاضی کے اختیار سماعت کا مجہول ہونا درست نہیں''۔

فقہاء اسلام نے جس طرح علاقائی حدود کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو جائز قرار دیا ہے اسی طرح متعلقہ عدالت کا دائرہ کار اس علاقے کے مستقل اور عارضی ہر دو مکینوں یا صرف مستقل اور یا صرف عارضی مکینوں کے مقدمات کی سماعت تک محدود رکھنے کو ہی درست قرار دیا ہے۔ ایسی صورت میں عدالت حاکم مجاز کی طرف سے اپنے لیے محدود و معین دائرہ کار کی پابند ہوگی۔ علامہ ابوالحسن الماوردی فرماتے ہیں: ''کسی خاص علاقے یا محلے کے تمام معاملات کے لیے کسی کو قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں قاضی صرف اس خاص علاقے یا محلے کے عارضی یا مستقل مکینوں کے معاملات ہی سن سکے گا، اس لیے کہ عارضی قیام پذیر بھی مستقل قیام پذیر کی طرح

ہی ہوتا ہے، الّا یہ کہ اسے صرف مستقل یا صرف عارضی مکینوں کے مقدمات کی سماعت کے لیے ہی مقرر کیا گیا ہو تو وہ اس کے مطابق عمل کرنے کا پابند ہوگا"(۵۰)۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: "کسی خاص علاقے سے متعلق ہر قسم کے مقدمات کے لیے بھی قاضی کا تقرر ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ متعلقہ علاقہ کے مستقل اور عارضی تمام مکینوں کے لیے فیصلہ کر سکے گا"(۵۱)۔ اسی طرح کی عبارات "الاقناع" اور فقہ کی دیگر معتبر کتب میں بھی موجود ہیں۔(۵۲) جن سے فقہاء اسلام اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ چونکہ پوری اسلامی ریاست میں ہر قسم کے مقدمات کی سماعت کا اختیار کسی ایک ہی عدالت کو تفویض کرنے سے شہریوں کے لیے انصاف کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے اور اس طرح لوگ بے پناہ اخراجات اور تکلیف دہ سفر کے باعث عدالت کا رخ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس لیے حاکم مجاز کا یہ فرض ہے کہ وہ مفاد عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی ریاست کے تمام علاقوں کے لیے الگ الگ عدالتوں کا قیام عمل میں لائے تاکہ ہر علاقہ کے لوگ باآسانی عدالت سے رجوع کر سکیں اور انہیں سہل، سستے اور بروقت انصاف کے حصول میں کوئی دشواری نہ آئے۔

۶۔ اختیار سماعت بلحاظ محل وقوع عدالت

فقہاء اسلام نے محل وقوع کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید و تعین کو "اختصاص مکانی القاضی" کے عنوان سے زیر بحث لاتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ عدالتی فرائض کی بجاآوری کے لیے کسی ایسی جگہ کی تحدید و تعین کرے جو معروف و معین اور عام لوگوں کے لیے قابل رسائی ہو۔(۵۳) حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ادوار خلافت میں عدالتی کارروائیوں کے لیے کوئی خاص جگہ مختص نہیں ہوتی تھی بلکہ اس فریضہ کی بجاآوری کے لیے ایسے مقامات متعین کیے جاتے تھے جیسے مساجد، بازاروں، گزرگاہوں، عام راستوں، اپنی رہائش گاہوں اور کسی بھی دوسری ایسی جگہ کو عدالتی مقاصد کے لیے استعمال میں لاتے تھے جو اپنے موقع و محل کے اعتبار سے مناسب، فریقین کی رسائی کے لحاظ سے آسان ہو۔ عدالتی کارروائیوں کے لیے ایک خاص جگہ و مقام کو مخصوص کرنے کا آغاز خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہوا اور پھر بعد کے ادوار میں کسی اعتراض و مخالفت کے باوجود اس پر عمل ہوتا رہا۔(۵۴) عدالتی کارروائیوں کے لیے حاکم مجاز کی طرف سے مخصوص جگہوں اور مقامات کے تعین کے بعد ان معروف جگہوں کے علاوہ ایسی کارروائیوں کا جواز باقی نہ رہا۔ چنانچہ فقہاء اسلام نے عدالتی فیصلوں کے درست ہونے کے

لیے یہ ضروری قرار دیا کہ ایسا فیصلہ عدالتی مقاصد کے لیے محدود و معین مقام سے صادر ہوا ہو بلکہ بعض فقہاء نے تو اسے ارکان قضاء میں شمار کرتے ہوئے حاکم مجاز کی طرف سے عدالتی مقاصد کے لیے مقرر و معین جگہ کے علاوہ صادر ہونے والے فیصلے کو ہی باطل قرار دیا۔ علامہ ابوالحسن الماوردی فرماتے ہیں: ''اگر قاضی کا اختیار سماعت اس کے گھر یا مسجد کے لیے متعین کیا گیا ہو تو اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ کسی جگہ یہ ذمہ داری نبھانا اس کے لیے جائز نہیں ہوگا''(۵۵)

فقہاء اسلام نے عدالت کی عظمت و تقدس کے تحفظ اور انصاف کے حصول کے لیے عدالت سے رجوع کرنے والوں کے آرام و سہولت کی خاطر یہ امر مستحسن قرار دیا ہے کہ عدالت شہر کے وسط میں کسی نمایاں جگہ پر ہو، شور و غل اور زمانے کی ہنگامہ خیزیوں سے دور ہو، وسیع و عریض ہو، عدالت میں قاضی کے بیٹھنے کی جگہ اونچی و نمایاں ہو اور اس کا محل جلوس شاندار اور بارعب ہو۔(۵۶)

۷۔ اختیار سماعت بلحاظ اوقات

فقہاء اسلام نے اوقات کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کی تحدید کو ''اختصاص زمانی'' کا نام دیتے ہوئے حاکم مجاز کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ وہ اوقات کے اعتبار سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرے۔ جیسے گھنٹوں، دنوں، ہفتوں، مہینوں یا سالوں کے تحدید و تعین کے ساتھ عدالتوں کا اختیار سماعت مقرر کر دے اور یا ہفتے کے بعض خاص دنوں، مہینے کے بعض خاص ایام یا سال کے بعض خاص مہینوں کی تحدید و تعین کے ساتھ عدالتوں کا اختیار سماعت مقرر کر دے۔ ایسی صورت میں عدالت کا اختیار سماعت صرف اس عرصے تک محدود ہوگا جس کے لیے وہ قائم کی گئی ہے۔ اور مقررہ مدت سے قبل یا اس سے بعد اسے مقدمات کی سماعت کا اختیار نہیں ہوگا اور نہ ہی اس طرح صادر ہونے والا فیصلہ قابل نفاذ ہوگا۔(۵۷) علامہ علاء الدین الطرابلسی(۵۸) فرماتے ہیں: ''اوقات کے لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تعین جائز ہے۔ چنانچہ کسی کو مہینوں یا دنوں کے تحدید و تعین کے ساتھ قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے اور ایسی صورت میں وہ مقرر کردہ مدت کے دوران ہی اپنے فرائض سرانجام دے سکے گا''(۵۹)۔

علامہ ابوالحسن الماوردی لکھتے ہیں: ''اگر قاضی کے لیے کوئی خاص دن مقرر کر دیا گیا ہو تو اس کے لیے اس کی پابندی لازمی ہوگی اور مقرر کردہ دن کے علاوہ اس کا کوئی فیصلہ قابل نفاذ نہیں ہوگا''(۶۰)۔ بلکہ بعض فقہاء نے اس امر کو مستحسن قرار دیا ہے کہ قاضی کے اختیار سماعت کی مدت پہلے سے مقرر و معین ہونی چاہئے اور اس مدت کے اختتام پر اسے خاص مدت تک درس و تدریس کی

طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس کے بعد ہی دوبارہ اپنے منصبی فرائض سرانجام دینے چاہئیں تاکہ وہ حاصل شدہ علم کو بھول نہ بیٹھے اور جاہلوں کی طرح لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کا مرتکب نہ ہو۔ چنانچہ ''لسان الحکام'' کی عبارت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ(۶۱) نے فرمایا کہ: ''ایک سال سے زائد مدت کے لیے کسی کو قاضی مقرر نہ کیا جائے چونکہ اس طرح وہ حاصل شدہ علم بھول جائے گا اور اس سے قاضی کے فیصلے متاثر ہوں گے۔ لہٰذا ہر سال کے بعد اسے علمی صلاحیت کی تجدید کے لیے بھیجنے کے بعد دوبارہ اپنی منصبی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو پانے کا حکم دیا جانا چاہیے''(۶۲)۔

فقہاء کرام نے بالخصوص عورتوں کے مقدمات کی سماعت کے لیے ایام کے تحدید و تعین کو مستحسن قرار دیا ہے اور اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ ایسا کرنے سے جہاں اختلاط مرد و زن کے بارے میں اسلامی شریعت کے احکام پورے ہوسکیں گے وہاں عورتوں کو ایسا سازگار ماحول بھی موثر آسکے گا جس میں ان کا فطری شرم و حیا اپنے مقدمات کی بہتر طور پر پیروی میں ان کے لیے رکاوٹ نہیں بن پائے گا۔ علامہ ابوالحسن ماوردی فرماتے ہیں: ''قاضی کے لیے یہ امر زیادہ مناسب ہے کہ وہ عورتوں اور مردوں کے مقدمات کو اکٹھا نہ سنے بلکہ ہر دو مقدمات کے لیے الگ الگ اوقات کا تعین کرے نیز ایسے مقدمات جن کے فریقین ہر دو اجناس سے ہوں میں ان مردوں کی عدالت میں موجودگی کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے جن کی عدم موجودگی سے مقدمے کی کارروائی پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو''(۶۳)۔

فقہاء اسلام نے وقف، وراثت اور اس طرح کے دیگر ایسے مقدمات جن کی سماعت کے لیے اوقات کا تحدید و تعین مفاد عامہ کے خلاف ہو اور ایسے مقدمات جن میں داد رسی کے لیے ان مقدمات کے ضمن میں مقرر و معین اوقات میں عدالت سے رجوع کو معقول شرعی جواز کے ساتھ ثابت کیا جا سکے کو بلحاظ اوقات عدالتوں کے اختیار سماعت کے اس تحدید و تعین سے مستثنٰی رکھنے کو مستحسن ٹھہرایا ہے۔(۶۴)

۸۔ اختیار سماعت بلحاظ تقلید مسلکی

فقہاء احناف(۶۵) اور مالکیہ کے ہاں راجح قول کے مطابق(۶۶) منصب قضاء کی اہلیت کے لیے اجتہاد شرط نہیں بلکہ کسی مقلد کو بھی یہ منصب تفویض کیا جا سکتا ہے، تاہم اجتہاد کی صلاحیت کے حامل کی دستیابی کی صورت میں اسے مقلد پر ترجیح حاصل ہوگی۔ چونکہ ان فقہاء کرام کے نزدیک مختلف فقہی مسالک میں سے کسی مسلک کے مقلد کو بھی یہ ذمہ داری تفویض کرنا درست ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک حاکم مجاز کے لیے مسلکی لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید و تعین کرنا بھی جائز

ہوگا۔ جیسے وہ عدالتوں کو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی یا جعفری میں سے کسی بھی فقہ کی آراء کا پابند کر دے تو ایسی صورت میں عدالت اپنی کارروائیوں میں متعلقہ مسلک کی آراء کی پابند ہوگی اور ان کی خلاف ورزی پر مبنی عدالتی فیصلہ قابل نفاذ نہیں ہوگا۔

فقہاء شافعیہ(۶۷) اور حنابلہ(۶۸) قاضی کے منصب پر تقرری کی اہلیت کے لیے اجتہاد کو شرط قرار دیتے ہیں اور ان فقہاء کے نزدیک اس منصب پر اجتہادی صلاحیت کے حامل کے علاوہ کسی کی تقرری عمل میں نہیں لائی جا سکتی۔ چونکہ ان فقہاء کرام کے نزدیک مختلف فقہی مسلک میں سے کسی مسلک کے مقلد کو یہ ذمہ داری تفویض کرنا درست نہیں، لہذا ان کے نزدیک مسلکی لحاظ سے عدالتوں کے اختیار سماعت کا تحدید وتعین بھی درست نہیں ہوگا۔

میری رائے میں احناف اور مالکیہ کا مسلک موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور شریعت مطہرہ کی روح کے قریب تر ہے۔ لہذا اس کے مطابق حاکم مجاز کے لیے عدالتوں کا اختیار سماعت کسی خاص فقہی مسلک کی آراء تک محدود رکھنا بھی جائز ہوگا۔ مشہور شافعیہ فقیہہ و قاضی علامہ ابی الدم الحموی کی قاضی کے منصب کے لیے اجتہاد کی شرط پر مفصل بحث کے بعد یہ تحریر انتہائی فکرانگیز ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''اس ساری بحث کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اجتہاد کی شرط اس دور میں تو درست تھی جب کہ کوئی بھی علاقہ ایسے صالح شخص مجتہدین سے خالی نہیں تھا جو قضاء اور افتاء کے اہل ہوتے تھے لیکن جہاں تک ہمارے دور کا تعلق ہے تو اب چونکہ اس قسم کے لوگ ناپید ہیں، اس لیے ہمارے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں کہ ہم اس قول کو ہی قابل ترجیح سمجھیں کہ جس کی رو سے کسی امام کے پیروکار کو اپنے امام کے مذہب کے بارے میں علم رکھنے کی صورت میں اسے قضاء کا منصب سپرد کیا جا سکتا ہے۔ عالم ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کے ائمہ کے اقوال اور نصوص کے غالب حصہ کو سمجھتا ہو، ذہین و فطین ہو، صحیح تفکیر اور فطرت سلیمہ کا مالک ہو، اپنے مذہب کے مرجوح اقوال کی نسبت درست اقوال کا زیادہ علم رکھتا ہو، اپنے ائمہ کے اقوال کو جانتا ہو، اپنے مذہب میں نقل شدہ عبارات سے درست سمجھ آنے والا مفہوم سمجھنے کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہو، قیاس کا ملکہ حاصل ہو اور فہم و فراست کا مالک ہو، دلائل کی پہچان کر سکتا ہو اور ان کی صحیح ترتیب اور مختلف احکام کی پرکھ ان دلائل کی روشنی میں کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ چنانچہ ہمارے زمانے میں مذکورہ صفات کے حامل کو قضاء کا منصب سپرد کرنا جائز ہوگا اور ایسے شخص کے قاضی کے منصب کے لیے اہل ہونے، اس کے حکم کے نافذ اور فتوے کے قبول ہونے کا قول ہی خصوصاً اس دور میں جب کہ ان صفات کا حامل تلاش کرنا بھی مشکل ہو رہا ہے، قابل ترجیح ہوگا''(۶۹)۔

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اسلام عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید وتعین کو ایک ایسا انتظامی معاملہ سمجھتا ہے جس میں زمان و مکان کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق توسیع و تطور کی وسیع گنجائش ہے۔ اس میں نہ تو زمانہ ماضی میں اپنائی جانے والی ہیئت کی مشابہت لازم ہے اور نہ ہی مختلف اسلامی ممالک کے حالات اور ضروریات میں تفاوت و تباین کے باوجود اختیار سماعت کے لحاظ سے مماثل عدالتوں کا قیام ضروری ہے۔ خلافت عثمانیہ کے دوران اسلامی ریاست میں ایک عرصہ تک نافذ رہنے والے اسلامی قانون کے مدون مجموعے "مجلة الاحكام الشرعيه" کی دفعہ ۱۸۰۱ کی اس عبارت سے عدالتوں کے اختیار سماعت کے تحدید وتعین کے بارے میں اسلامی قانون کا اصولی موقف یوں واضح ہوتا ہے:

"قضات زمانہ، مقام اور بعض خصومات کے استثناء کے قیود سے مقید ہوتی ہے۔ مثلاً ایک حاکم کو ایک سال کے لیے مامور کیا جاتا ہے وہ صرف اس سال کے اندر ہی فیصلے کر سکتا ہے، اس کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ اس سال سے پہلے یا اس کے بعد بھی فیصلے کرے۔ حاکم ایک مخصوص علاقے کا حاکم ہو تو وہ ان حدود کے اندر مختلف مقدموں کے فیصلے کرے گا، اس کے علاقے سے باہر کا کوئی مقدمہ وہ نہیں سن سکتا۔ اسی طرح حاکم ایک معین محکمہ میں مامور ہوتا ہے وہ صرف اسی محکمہ میں متعلقہ مقدمات سن سکتا ہے۔ اسے یہ حق حاصل نہیں کہ اس محکمہ کے علاوہ کسی اور مقام پر فیصلے سنے اور فیصلے کرے۔

اسی طرح اگر حکم سلطانی صادر ہو کہ فلاں چیز کے متعلق کوئی دعویٰ نہ سنا جائے اسی میں مصلحت عامہ ہے تو حاکم کو اس قسم کے دعویٰ سننے کا اختیار حاصل نہیں ہوگا اور نہ کوئی حکم دے سکے گا۔ بعض معین مقدمات کے لیے بھی حاکم مقرر کیے جاتے ہیں۔ انہیں اس خاص مقدمہ کے سوا کوئی اور مقدمہ نہیں سننا چاہئے، وہ صرف وہی مقدمہ سنیں گے اور فیصلہ کریں گے جس کے لیے ان کو مقرر کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر حکم سلطانی صادر ہو کہ کسی خاص مجتہد کی رائے مصلحت وقت کے مطابق اور لوگوں کی حالت کے موافق ہے تو حاکم کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ اس مجتہد کی رائے کو چھوڑ کر کسی دوسرے مجتہد کی رائے پر جو اس کے منافی ہو، فیصلہ کرے۔ اگر حاکم نے ایسا کیا تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا"(۷۰)۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ لفظ "اختصاص" کے لغوی مفہوم کے لیے دیکھئے: مجدالدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی: القاموس المحیط. ج۲ ص ۳۱۲ (مطبعۃ مصطفیٰ الحلبی۔ مصر، ۱۳۷۱ھ) احمد بن محمد بن علی المقری الفیومی: المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر ج۱، ص ۱۷۱ (المطبعۃ العلمیہ بیروت)۔

۲۔ آل عمران، ۷۴

۳۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: البخاری، کتاب الصلوۃ، حدیث ۴۳۸۔

۴۔ جیسے "لیلۃ القدر"کو فضیلت عطا ہوئی۔ دیکھئے: سورۃ القدر، ۱-۵

۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: البخاری، کتاب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، حدیث ۱۱۸۹۔

۶۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ابن قیم الجوزیۃ: زاد المعاد فی ھدی خیر العباد. جلدا ص ۴۲ (موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

۷۔ دیکھئے: علاء الدین ابوالحسن علی بن خلیل الطرابلسی: معین الحکام فیما یتردد بین الخصمین من الاحکام ص۴۰ (مطبعۃ مصطفیٰ الحلبی بمصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۳ھ)، محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی: بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد ج۲ ص ۳۸۲ (مطبعۃ مصطفیٰ الحلبی بمصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۲۷ھ)، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی: ادب القاضی ج۱، ص ۱۶۶، (مطبعۃ العانی بغداد، ۱۳۹۲ھ، تحقیق الدکتور محی ہلال السرحان)۔

۸۔ ان کا پورا نام عقبہؓ بن عامر بن عیسی الجہنی ہے۔ جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے تھے اور کچھ عرصہ تک مصر کے گورنر بھی رہے۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی: تہذیب التہذیب ج۳، ص ۱۲۴-۱۲۳ (مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ حیدرآباد-۱۳۲۶ھ)۔

۹۔ حدیث کی روایت کے لیے دیکھئے: علی بن الدارقطنی: سنن الدار قطنی، ج۴، ص۲۰۳ (دارالمحاسن للطباعہ بالقاہرۃ ۱۳۸۶ھ)۔

۱۰۔ ان کا پورا نام عمروؓ بن العاص بن وائل السہمی القرشی اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ۸ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور ۴۳ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: ابوعمر یوسف بن عمر بن عبدالبر النمری القرطبی: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ۱۹۳۱، (مطبعۃ نہضۃ مصر، القاہرہ، تحقیق: علی محمد البیجاوی)، ابوالفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی: الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ت:۵۸۸۴ (دارالکتاب العربی بیروت ۱۳۵۹ھ)، تہذیب التہذیب ج۸، ص۵۷-۵۶۔

۱۱۔ حدیث کی روایت کے لیے دیکھئے: صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب اجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطا رقم الحدیث: ۷۳۵۲، صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب اجرالحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطا رقم الحدیث ۱۷۱۶، سنن ابی داؤد کتاب الاقضیۃ باب طلب القضاء رقم الحدیث۳۵۷۴۔

۱۲۔ دیکھئے: الامام محمد بن سعد بن منیع البصری الشہیر بابن سعد: الطبقات الکبری ج۵، ص۵۵۳ (دارصادر بیروت ۱۳۷۷ھ)۔

۱۳۔ ان کا پورا نام زیدؓ بن حارثہ بن شراحیل الکبی اور کنیت ابو اسامہ تھی۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے اپنی شادی کے موقع پر آپ کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ قرآن مجید کی آیت (ادعوھم لآبائھم) کے نزول تک لوگ آپ کو زیدؓ بن محمدﷺ کہہ کر پکارتے تھے۔ حضور اکرمﷺ آپ سے محبت کرتے تھے۔ آپ نے ۸ھ میں موتہ کے غزوہ میں شہادت پائی۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت:۸۴۳، الاصابۃ، ت:۲۸۹۔

۱۴۔ ان کا پورا نام جعفرؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم تھا۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے حقیقی اور حضور اکرمﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ غزوہ موتہ میں جب آپ نے شہادت پائی تو آپ کے جسم پر تیروں اور تلواروں کے نوے زخم تھے۔ آپؓ کے بارے میں حضور اکرمﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے جعفرؓ کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت:۳۲۷، الاصابۃ، ت:۱۱۶۶۔

۱۵۔ آپ کا پورا نام عبداللہؓ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرؤ القیس الانصاری الخزرجی تھا۔ بیعت العقبہ الثانیہ کے شرکاء اور ان شعراء میں سے تھے جو اپنے اشعار سے اسلام اور نبی اسلام کا موثر دفاع کرتے تھے۔ آپ نے بھی ۸ھ میں موتہ کے معرکے میں شہادت پائی۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت، ۱۵۳۰، تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۱۲۔

۱۶۔ حدیث کے لیے دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب المغازی باب غزوۃ الموتۃ من ارض الشام، رقم الحدیث: ۴۲۶۱

۱۷۔ حدیث کی روایت کے لیے دیکھئے: سنن ابو داؤد، کتاب الاقضیہ، حدیث: ۳۵۸۲، الترمذی، کتاب الاحکام، حدیث: ۱۲۳۱ (امام ترمذی روایت کے بعد اسے صحیح حدیث قرار دیتے ہیں)۔

۱۸۔ ان کا پورا نام معاذؓ بن جبل الانصاری اور کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ غزوہ تبوک کے بعد آپ کو یمن میں قضا کی ذمہ داری تفویض ہوئی۔ آپ کی وفات ۱۸ھ میں ہوئی۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت: ۲۴۱۶، الاصابہ، ت:۸۰۳۹، تہذیب التہذیب ج۱۰، ص۱۸۸-۱۸۶۔

۱۹۔ ان کا نام عبداللہؓ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب اور کنیت ابوموسیٰ تھی۔ اپنے قبیلہ سے نسبت کے طور پر اشعری کہلاتے تھے۔ حضور اکرمﷺ اور پھر خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطاب کے دور میں بھی قضاء کی ذمہ داری پر مامور رہے۔ آپ کی وفات ۴۲ھ میں ہوئی۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت:۱۶۳۹، الاصابہ ت:۴۸۸۹، تہذیب التہذیب ج۵، ص۳۶۲۔

۲۰۔ ان کا نام عتابؓ بن اسید ابی العیص الاموی اور کنیت ابومحمد تھی۔ آپ کو غزوہ حنین پر روانگی کے وقت مکہ میں قضاء کی ذمہ داری تفویض کی گئی اور ۱۳ھ میں اپنی وفات تک اس منصب پر فائز رہے۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت:۱۷۵۶، الاصابہ ت:۵۳۹۳، تہذیب التہذیب ج۷، ص۸۹۔

۲۱۔ ان کا نام عبداللہؓ بن مسعود الہذلی اور کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی، آپ کو سفر و حضر میں حضور اکرمﷺ کی رفاقت اور مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے جہرا قرآن مجید کی تلاوت کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی وفات ۳۵ھ میں ہوئی۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت:۱۶۵، الاصابہ، ت:۴۹۵۴، تہذیب التہذیب، ج۲، ص ۲۷۔

۲۲۔ ان کا نام زیدؓ بن ثابت تھا اور اپنے قبیلہ کے ساتھ نسبت کے طور پر انصاری کہلاتے تھے۔ کاتبین وحی میں سے تھے۔ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے ادوار میں قرآن کریم کے جمع و

تدوین کا فریضہ بھی آپ کو سونپا گیا۔ دیکھئے: الاستیعاب، ت:۸۴، الاصابہ، ت:۳۸۸۰، تہذیب التہذیب ج۳، ص۳۹۹۔

۲۳۔ ان کا نام معقل بن یسار بن عبداللہ بن محیر المدنی اور کنیت ابوعلی تھی۔ ۶۰ و ۷۰ھ کے درمیان بصرہ میں وفات پائی اور وہاں پر نہر معقل کے نام سے ایک نہر کی کھدائی بھی آپ ہی سے منسوب ہے۔ دیکھئے: تہذیب التہذیب ج۱۰، ص۲۳۶-۲۳۵

۲۴۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: محمد امین عابدین الشہیر بابن عابدین: رد المحتار علی الدرالمختار للحصکفی، ج۵، ص۴۱۹ (مطبعۃ مصطفیٰ الحلبی بالقاہرہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۶ھ)، محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی: حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر ج۴، ص۱۲۰-۱۱۹ (دارالفکر بیروت، لبنان) ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی: ادب القاضی، ج۱ ص ۱۷۴-۱۷۲ (مطبعۃ الثانی بغداد ۱۳۹۲ھ، تحقیق الدکتور محی ہلال السرحان)، ابواسحاق ابراہیم بن عبداللہ المعروف بابن ابی الدم الحموی: ادب القضاء ص۵۵ (مجمع اللغۃ العربیۃ بدمشق ۱۳۹۵ھ، تحقیق الدکتور محمد مصطفیٰ الزحیلی)، عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی: المغنی علی مختصر الخرقی، ج۹ ص ۱۰۵ (مطبعۃ دارالمنار الطبعۃ الثالثہ ۱۳۶۷ھ)۔

۲۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: دکتورعبدالرحمٰن بن عبدالعزیز القاسم: النظام القضای الاسلامی مقارنا بالنظم الوضیعة و تطبیقه فی المملکة العربیة السعودیة، ص ۵۴۵ (الطبعۃ الاولی ۱۳۹۳ھ)۔

۲۶۔ ان کا نام علی بن محمد بن حبیب ابوالحسن الماوردی تھا۔ شافعی مسلک کے بلند پایہ فقیہ، امام اور صدر اسلام کے مشہور قضاۃ میں سے تھے۔ آپ کی تصانیف میں "الحاوی"، "ادب القاضی" اور "الاحکام السلطانیة و سیاسة الملک" نے بہت شہرت پائی۔ دیکھئے: طبقات الفقہاء، ص۱۱۰، ابوالفلاح عبدالحی بن العماد الحنبلی: شجرات الذهب فی اخبار من ذهب ج۳ ص ۲۸۶-۲۸۵ (مطابع دارالسراج بیروت)۔

۲۷۔ دیکھئے: ادب القاضی ج۱ ص ۱۷۲

۲۸۔ ان کا نام ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن ایوب الدمشقی تھا اور ابن قیم الجوزیہ کے لقب سے مشہور تھے۔ بہت بلند پایہ فقیہ، اصولی اور مجتہد تھے۔ ان کی تصانیف میں سے اعلام الموقعین عن رب اللعالمین، الروح، زاد المعاد فی هدی خیرالعباد، مفتاح دارالسعادة، الطرق الحکمیة نے بہت شہرت پائی۔ دیکھئے: زین الدین ابوالفرج عبدالرحمان بن احمد بن رجب الحنبلی: الذیل علی طبقات الحنابلة ج۲ ص۴۵۰-۴۴۷ (مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ القاہرہ ۱۹۵۲ء)، شجرات الذهب ج۶ ص۱۷۰-۱۶۸۔

۲۹۔ الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة ص۳۱۸-۳۱۷ (مطبعۃ المدنی القاہرہ ۱۳۹۸ھ، تحقیق الدکتور محمد جمیل غازی)۔

۳۰۔ احمد الدردیر: الشرح الکبیر علی مختصر خلیل ج۲ ص ۲۸۷ (دارالفکر، بیروت، لبنان)۔

۳۱۔ دیکھئے: معین الحکام للطرابلسی، ص۱۲۔

۳۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ظافرالقاسمی: نظام الحکم فی الشریعة والتاریخ ص۲۶۶ (دارالنفائس بیروت ۱۳۹۶ھ)

۳۳۔ ان کا نام محمد بن عبداللہ الخرشی اور کنیت ابوعبداللہ تھی۔ بلندپایہ مالکی فقیہ تھے۔ ۱۰۱۰ھ میں پیدا اور ۱۱۰۲ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: الاعلام ج۷، ص۱۱۸

۳۴۔ دیکھئے: شرح الخرشی علی مختصر خلیل ج۷ ص۱۴۴ (دارصادر بیروت ۱۳۱۸ھ)۔

۳۵۔ ان کا نام موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ الحنبلی تھا۔ فقہ، اصول، نحو و صرف اور وراثت کے علوم میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں المغنی، الکافی اور المقنع مشہور ہیں۔ آپ نے ۶۲۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: زین الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی: الذیل علی الطبقات الحنابلہ ج۲ ص۱۳۳ (مطبعۃ السنۃ المحدیہ القاہرہ ۱۹۵۲) شجرات الذھب فی اخبار من ذھب ج۵ ص۸۸۔

۳۶۔ دیکھئے: المغنی علی مختصر الخرقی ج۱۴ ص۹۰

۳۷۔ ان کا نام زبیر بن احمد بن سلیمان بن عبداللہ الزبیری تھا۔ جلیل القدر صحابی حضرت زبیرؓ بن العوام کی نسل میں سے تھے۔ شافعی مسلک کے بلند پایہ فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔ علامہ ابوالحسن الماوردی اپنی تصانیف میں انہیں "شیخ اصحابنا" کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ ان کی تصانیف میں الکافی، الھدایہ اور الامارہ مشہور ہیں۔ انہوں نے ۳۱۷ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: طبقات الفقہاء للشیرازی ص۸۸، جمال الدین عبدالرحیم الاسنوی: طبقات الشافعیۃ ج۱ ص۶۰۷-۶۰۶ (دارالعلوم للطباعۃ والنشر ۱۰۴۱ھ تحقیق عبداللہ الجبوری) ادب القاضی ج۱ ص۱۷۳۔

۳۸۔ دیکھئے: ادب القاضی ج۱، ص۱۷۳

۳۹۔ دیکھئے: المغنی ج۹، ص۱۰۵

۴۰۔ دیکھئے: معین الحکام ص۱۲

۴۱۔ جنگ احد کے موقع پر یہود بنو قریظہ کی بدعہدی کے مقدمہ میں تصفیہ کے لیے حضور اکرم ﷺ نے حضرت سعدؓ بن معاذ کو مامور فرمایا تھا۔ حضرت ابوسعیدؓ الخدری سے مروی اس متفق علیہ حدیث کی روایت کے لیے دیکھئے: صحیح مسلم کتاب الجهاد والسیر باب جواز قتال من نقض العهد حدیث:۱۷۶۸۔

۴۲۔ دیکھئے: ابو ولید ابراہیم محمد المعروف بابن شحنۃ الحلبی: لسان الحکام فی معرفة الاحکام مطبوع مع معین الحکام ص ۲۲۲ (مطبعۃ مصطفیٰ الحلبی مصر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ)۔

۴۳۔ دیکھئے: ردالمحتار علی الدرالمختار للحصکفی ج۵، ص۱۲۰،۱۹۹، ادب القاضی للماوردی ج۱ ص۱۵۶-۱۵۵، ابوالحسن بن محمد بن حبیب الماوردی: لاحکام السلطانیة والولایات الدینیة ص۷۲-۷۳ (مطبعۃ مصطفیٰ الحلبی بمصر الطبعۃ الاولی ۱۳۸۰ھ)، ادب القضاء للحموی ص۵۵-۵۴، شمس الدین محمد بن احمد الشربینی الخطیب: مغنی المحتاج الی معرفة الفاظ المنهاج ج۴۲۰ ص۳۷۹ (دارالفکر بیروت)، المغنی لابن قدامہ ج۹، ص۱۰۵۔

۴۴۔ دیکھئے: ادب القاضی للماوردی ج۱ ص۱۳۱۔

۴۵۔ ان کا نام عامرؓ بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال الفہری القرشی اور کنیت ابوعبیدہ تھی، عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ خلیفہ ثالث حضرت عمرؓ نے شام کی طرف بھیجے جانے والے اسلامی لشکر کا سپہ سالار آپ ہی کو مقرر فرمایا تھا۔ آپ نے ۱۸ھ میں وفات پائی۔

۴۶۔ حدیث کی روایت کے لیے دیکھئے: صحیح البخاری حدیث ۱۷۴۵۔

۴۷۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: الترمذی کتاب الاحکام، حدیث ۱۳۲۸-۱۳۲۷، ابوداؤد، کتاب الاقضیہ، حدیث ۳۵۹۳-۳۵۹۲، سنن الدارقطنی ج۴، ص ۲۰۳ تا ۲۰۹ (دارالمحاسن للطباعۃ بالقاہرہ ۱۳۸۶ھ)، کنزالعمال ج۵، ص۸۰۲ (مکتبۃ التراث الاسلامی حلب، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ)۔

۴۸۔ دیکھئے: ادب القضاء للحموی، ص۵۵-۵۶، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص۷۲ وبعد۔

۴۹۔ دیکھئے: ادب القاضی ج۱ ص۱۵۴

۵۰۔ دیکھئے: الاحکام السلطانیۃ ص ۷۲-۷۳

۵۱۔ دیکھئے: المغنی ج۹ ص۱۰۵۔

۵۲۔ دیکھئے: ابی النجا شرف الدین موسیٰ الحجاوی المقدسی: الاقناع فی فقہ الامام احمدؒ بن حنبل ج۴ ص ۳۶۶ (المطبعۃ المصریہ بالازہر ۱۳۵۱ھ)۔

۵۳۔ دیکھئے: ابویعلی محمد بن الحسن الفراء: الاحکام السلطانیۃ ص۶۹ (مطبعۃ مصطفیٰ الحلبی بمصر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۶ھ)۔

۵۴۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ابو محمد حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن مازہ البخاری المعروف بالحسام الشہید: شرح ادب القاضی للخصاف ج۱، ص۳۱۰ (مطبعۃ الارشاد بغداد الطبعۃ الاولی ۱۳۹۸ھ، تحقیق الدکتور محی ہلال السرحان)۔

۵۵۔ الاحکام السلطانیہ، ص۷۳۔

۵۶۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ادب القضاء لابن ابی الدم الحموی ص۵۸۔

۵۷۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: معین الاحکام ص۱۴-۱۳، حاشیہ ابن عابدین ج۵، ص۴۱۹۔ الشیخ نظام: الفتاویٰ العالمکیریۃ المعروفہ بالفتاوی الھندیہ ج۳ ص۳۱۵ (المطبعۃ الامیریہ القاہرہ الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۱۰ھ)، ادب القاضی للماوردی ج۱، ص ۱۶۴، الاحکام السلطانیۃ للماوری ص ۷۳-۷۴، منصور بن یونس بن ادریس البھوتی: کشاف القناع عن متن الاقناع ج۶ ص۲۹۱ (مکتبۃ النصر الحدیثۃ الریاض)۔

۵۸۔ ان کا نام علی بن خلیل الطرابلسی ابوالحسن علاء الدین تھا۔ بلند پایہ حنفی فقہاء میں شمار ہوتے ہیں۔ کچھ عرصہ تک فلسطین کے قاضی بھی رہے۔ ان کی تصانیف میں سے معین الحکام فی ما یتردد بین الخصمین من الاحکام نے بہت شہرت پائی۔ ان کی وفات ۸۴۴ھ میں ہوئی۔ دیکھئے: مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر بحاجی خلیفہ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ج۲ ص ۱۷۴۵ (وکالۃ المعرفۃ ۱۳۲۶ھ)، یوسف الیان سرکیس: معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ ص۱۲۳۶۔ (داراحیاء التراث العربی للطباعۃ والنشر، بیروت)

۵۹۔ دیکھئے: معین الحکام ص۱۴۔

۶۰۔ دیکھئے: ادب القاضی، ج۱ ص۱۶۴۔

۶۱۔ ان کا نام نعمان بن ثابت بن زوطی اور کنیت ابوحنیفہ ہے۔ حنفی مسلک کے امام ہیں۔ بعض جلیل القدر صحابہ جن میں حضرت معقلؓ بن یسار اور حضرت انسؓ شامل ہیں، سے ان کی ملاقات بھی ثابت ہے۔ عباسی خلیفہ منصور نے آپ کو اسلامی ریاست کا قاضی مقرر کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر آپ رضامند نہ ہوئے۔ حضرت امام شافعیؒ

کا قول ہے کہ ''لوگ دین کی سمجھ میں آپ کے بچوں جیسے ہیں''، آپ نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ دیکھئے: محی الدین ابو عبداللہ عبدالقادر القرشی الحنفی: الجواھر المضیئة فی طبقات الحنفیة ج۱ ص۲۷-۲۶ (مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد الہند، الطبعۃ الاولی ۱۳۳۲ھ)، طبقات الفقہاء للشیرازی ص۶۷۔

۶۲۔ دیکھئے: لسان الحکام ص۲۱۹

۶۳۔ دیکھئے: ادب القاضی ج۲ ص۲۵۴-۲۵۳

۶۴۔ دیکھئے: ردالمحتار علی الدرالمختار ج۵، ص۴۲۱-۴۱۹

۶۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: فخرالدین بن عثمان بن علی الزیلعی: تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق ج۴، ص۱۷۶ (المطبعۃ الامیریہ مصر ۱۳۱۴ھ) علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج۷، ص۳ (دارالکتاب العربی بیروت الطبعۃ الثانیہ)۔

۶۶۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: تبصرة الحکام ج۱، ص ۲۴-۲۵، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج۴، ص۱۱۵۔

۶۷۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزہ الرملی: نهاية المحتاج الی شرح المنهاج ج۱، ص۲۳۸ (مطبعۃ مصطفیٰ الحلبی القاہرۃ الطبعۃ الاخرۃ)، ادب القاضی للماوردی، ج۱، ص۲۳۶، شمس الدین محمد بن احمد الشربینی الخطیب: مغنی المحتاج الی معرفة الفاظ المحتاج، ج۴، ص۲۶۳ (مطبعۃ العامرۃ، الطبعۃ الاولی)۔

۶۸۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: منصور بن یونس بن ادریس البہوتی: شرح منتهی الارادات ج۴، ص۲۶۳ (دارالفکر بیروت)۔

۶۹۔ دیکھئے: ادب القضاء، ص۳۳۔

۷۰۔ دیکھئے: عبدالقدوس ہاشمی: مجلة الاحکام، ص ۴۲۰ (ناشر، اختر حسن ایڈووکیٹ، کراچی)۔